ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber 2021)

محمد خضر عباس
وزٹنگ فیکلٹی، شعبۂ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور
ڈاکٹر سیدہ مصباح رضوی
اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور
ڈاکٹر سفیر حیدر
اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور

غلط جسموں میں مقید روحوں کا المیہ (بے پناہ شادمانی کی مملکت)

Muhammad Khizar Abbas
Visiting Facility Dept. of Urdu G.C University, Lahore
Dr. Syeda Misbah Rizvi
Assistant Professor Dept. of Urdu G.C University, Lahore
Dr. Safeer Haider
Assistant Professor Dept. of Urdu G.C University, Lahore

Tragedy of souls imprisoned in wrong bodies (The Ministry of Utmost Happiness)

"The Ministry of utmost happiness" by Arundhati Roy is the story of class Conflict, domination of power and oppression in Indian society. The novel depicts society with the help of real events, tragedies, and fictional characters. The narrative of the novel is simple and realistic. Although the story and characters are from specific society, but they reflect the oppressed people of whole world.

Keywords: *Arundhati Roy, Tragedy, Kingdom, novel, Indian society, power, Utmost Happiness, Narendra Modi.*

اردون دھتی رائے کا پہلا ناول سسکتے لوگ (The God Of Small Things) جنوبی ہندوستان کی ریاست کیرالہ کے ایک چھوٹے سے گاوں میں بسنے والے شامی عیسائی خاندان اور ان سے جڑے کچھ لوگوں کے شکستہ خوابوں، جھوٹی اناوں، ماضی گزیدگی اور طبقاتی کشمکش کی دلدل میں ڈوبے ہووں کی کہانی ہے۔ "بے پناہ شادمانی کی مملکت" کا کینوس وسیع ہے اس میں ایک گاوں کی بجائے پورے خطے بلکہ پورے سماج کا المیہ پیش کیا گیا ہے۔ بے

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber 2021)

پناہ شادمانی کی مملکت (The Ministry of Utmost Happiness) ارون دھتی رائے کا دوسرا ناول ہے، پہلے ناول کی اشاعت کے بعد رائے کو نہ صرف بطور ناول نگار تسلیم کر لیا گیا بلکہ مین بکر پرائز (Man Booker Prize) سے بھی نوزا گیا۔ ارون دھتی رائے نے سماج کی تصویر کشی کچھ یوں کی ہے کہ سماج کی مثال دو ٹرکوں کی ہے ایک ٹرک پر ایک محدود طبقہ سوار ہے جو روشنیوں اور ترقی کی جانب گامزن ہے۔ ہر شے کو نیست و نابود کرتے ہوا، قیمت کی بھرپائی کا اندازہ کیے بغیر راندھا دھند آگے بڑھ رہا ہے۔ جبکہ کہ دوسرے ٹرک پر ایک بڑا طبقہ سوار ہے جو مراجعت کے سفر پر گامزن ہے اور فنا کی جانب بڑھ رہا ہے۔ ناول کے کردار انہیں دو ٹرکوں کے مسافر ہیں، مخالف سمتوں کے مسافر جن کے درمیان تعلق ڈھیلے پڑ چکے ہیں۔ ایک گروہ حصول زر اور اصول طاقت کے لیے کچھ بھی کرنے کے لیے تیار ہے جبکہ دوسرے کے مقدر میں رات کی دلدل کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ اگرچہ ناول کے اجزاء(کہانی کردار اور واقعات) مخصوص خطے میں سے لیے گئے ہیں لیکن ہندوستان کی کہانی دنیا بھر کے مظلوم اور ذلتوں کے ماروں کی عکاسی اور مقتدرہ طبقوں کی نقاب کشائی کرتی ہے۔

کہانی کا پس منظر حقیقی واقعات و سانحات اور افسانوی کرداروں پر محیط ہے، ناول کا ہر کردار اپنے مخصوص طبقے کا نقاش ہے جس سے اس طبقے کی مخصوص نفسیات اور سماجی صورتحال کا سراغ ملتا ہے۔ انجم / آفتاب کا کردار تین اجزاء روح افزا، خواب گاہ اور قبرستان کی آمیزش ہے۔ انجم کا تعلق روح افزہ طبقے سے ہے، ایک خستہ حال طبقہ کا جو پرانے شہر کی بوسیدہ دیواروں اور تنگ تیرہ گلیوں پر محصور ہے، پُر وقار ماضی اور شاندار نسب ناموں کے باوجود جدید ہندوستان میں ان کا وجود مشکوک ہے۔ روح افزانے، جو دراصل علاج معالجے کے لیے بطور دوا تیار کی گئی تھی لیکن اپنی تاثیر، خوشبو اور مقامی آب ہوا کی شدت کی دولت جلد ہی مشروب کا درجہ حاصل کر لیا تھا اسی طبقے کی دین تھی ''لیکن روح افزا جو جنگوں اور تین تین ملکوں کی خونیں پیدائش جھیل کر بھی بچ گیا تھا دنیا کی بیشتر اشیا کو کاکولا سے مار کھا گیا ''[۱] روح افزا اور کوکا کولا محض دو مشروب نہیں ہیں بلکہ دو زمانے، دو طبقے، دو طاقتیں ہیں۔ اول الذکر ماضی، شکست خوردہ اور بکھرا ہوا سماج ہے جبکہ آخر الذکر جدید فاتح اور منظم معاشرہ ہے۔ جس کے دامن میں جدیدیت، سامراجیت، صارفیت اور منڈی کا جال پنہاں ہیں۔ اگرچہ انجم کا مقدر اسی ماتے کھائے ہوئے شکست خوردہ طبقے سے جڑا تھا لیکن اس کا انتخاب اب خواب گاہ تھی۔ ''خواب گاہ میں آکر مقدس روحیں جو غلط جسموں میں قید ہیں، آزاد ہو جاتی ہیں'' [۲] خواب گاہ مقدس روح کا مسکن ہے، مقدس روحیں جنہیں تیسری جنس، خواجہ سرا، ہجڑے اور ٹرانس جینڈر کہا جاتا ہے۔ موت کے تصور نے انسان کو بے سبب اور لاچار بنا دیا، فنا

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber 2021)

سے نبرد آزما ہونے اور بقا کی خاطر عملِ تولید کو فوقیت ملی، جنسی عمل میں محض لطف و نشاط کا سامان نہ رہا بلکہ مقدس عمل بن گیا جو بقا اور تسلسل کا ضامن ہے۔ اس لیے قدیم زمانوں میں فاتحین، مفتوحین کے مردوں کی نس بندی اور آختہ کرا دیتے تاکہ انکی نسل کی ضمانت ختم ہو جائے وہ کبھی دوبارہ طاقت حاصل نہ کر سکیں یا مکمل طور پر ناپید ہو جائیں۔ مفتوحین کی نس بندی کے علاوہ مذہبی شعائر کی ادائیگی کے لیے مرد اپنا عضو تناسل کاٹ کر دیوی کی بھینٹ چڑھاتے تاکہ ان کی عورتیں اور زمین زرخیز ہوں اور بادشاہ اپنے حرم کی حفاظت کے لیے خواجہ سراؤں کو ترجیح دیتے کیوں کہ کنیزوں اور لونڈیوں کی طرف سے بے وفائی کا خطرہ نہیں رہتا اور آختہ شدہ غلام سنگدل اور جابر ہوتے جس سے حرم کی حفاظت اور نظم وضبط برقرار رہتا۔ ارتقاء اور بقا کا تعلق براہ راست جنس کے ساتھ جوڑ دیا گیا اس لئے آختہ اور پیدائشی خواجہ سراؤں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا۔ وہ سماج کا اضافی پہلو بن کر رہیں گئے جن کا ہونا اور نہ ہونا برابر ہے۔ انجم پیدائشی خواجہ سرا ہے مرد کے قالب میں پھنسی عورت، جسے تاریخ، سماج و نظریات سے پہلے فطرت نے مذاق بنا دیا۔ اس لئے اس کا مقدر اور انتخاب خوابگاہ ہے تاکہ معاشرے کی تضحیک کا شکار ہونے کی بجائے اپنے ہم جنسوں میں آسودہ رہے۔ اگرچہ خواب گاہ کی دنیا یا دوسری دنیا کے سیاسی، سماجی، عائلی، معاشی جھگڑوں سے بے نیاز ہے لیکن یہ سارے جھگڑے، لڑائیاں اور جنگیں خواب گاہ کے باسیوں کے اندر برپا ہیں وہ خارجی دنیا کے معاملات سے بے نیاز ہیں لیکن آسودگی ان کا مقدر نہیں۔

> ''پتا ہے، خدا نے ہیجڑے کیوں بنائے؟۔۔۔۔۔''نہیں، کیوں؟''، ''ایک تجربہ تھا۔ اس نے طے کیا کہ کچھ ایسا بنائے، ایسی زندہ مخلوق جس میں خوش رہنے کا مادہ ہی نہ ہو۔ اس لیے اس نے ہمیں بنا دیا۔'' (۳)

سماج کے دھتکارے ہوئے خواب گاہ کے مکیں جن پر سماج کے دروازے بند ہیں لیکن سماج کی خوشیوں اور عیش و نشاط کی محفلیں ان کے بغیر ادھوری ہیں اس لیے خواب گاہ کے باسی اپنی ہی نظروں میں ''ہم لوگ ایسے گیدڑ ہیں جو دوسروں کی خوشیاں کھا کر زندہ رہتے ہیں۔ ہم خوشی خور ہیں۔'' (۴) بن کے رہ گئے ہیں۔ محض جنسی بنا پر سماج نے ان کی ساری نفسیات کچل کر رکھ دی لیکن انجم کو ان باتوں سے فرق نہیں پڑتا اس لیے جب جامع مسجد کی سیڑھیوں پر ایک لاوارث بچی ملتی ہے تو اسے نظر انداز کرنے کی بجائے اپنی ممتا کے جذبے سے مجبور ہو کر اسے خواب گاہ لے آتی ہے۔ خواب گاہ کے باسی جو تخلیقی عمل کا حصہ نہیں بن سکتے لیکن سماج اور فطرت کا جبر ان کے جذبات پر قدغن نہیں لگا سکتا اس لئے وہ سب مائیں بن کر لاوارث بچی کو محبتوں سے سیراب کر دیتے ہیں۔ انجم

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber 2021)

زینب (لاوارث بچی) کی صحت اور جادو کے اثر کو زائل کرنے کے لیے خواجہ غریب نواز کی درگاہ پر حاضری دینے اجمیر شریف کا سفر کرتی ہے لیکن اسے بیرونی دنیا کی خبر نہیں وہ نہیں جانتی باہر نائن الیون کے بعد مسلمانوں کا مقدر الٹ چکا ہے۔ اگرچہ وہ مسلمان ہے لیکن اس کا انتخاب خواب گاہ ہے جس میں کسی مذہب کی اجارہ داری نہیں ہے بلکہ سماج کے دھتکارے ہوئے مساوی بنیادوں پر زندگی بسر کرتے ہیں لیکن سماج کو پاوتر کرنے والوں کو اس کی پرواہ نہیں ان کے راستے کی تمام رکاوٹیں ہٹ چکی ہیں اور وہ عورت، مرد، بوڑھے، بچے کی تفریق کیے بغیر اپنا مذہبی فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ گجرات فسادات میں انجم کی جان بچ جاتی ہے کیونکہ مارنے والے کے نزدیک ہیجڑے کو مارنا اپ شگون ہے اور ان کا عظیم مشن کھٹائی میں پڑ سکتا ہے لیکن جان بخشی کے باوجود انجم کو جس تذلیل اور تضحیک کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس سے اس کی زندگی بدل جاتی ہے۔

> ”اس نے کوشش کی کہ جنونی ہجوم نے دوسروں کے ساتھ جو کچھ کیا تھا، اس سے انجان ہو جائے کہ انہوں نے کس طرح مردوں کی تہیں بنائیں اور عورتوں کی تہیں کھولیں۔ اور ان کے جسم کے سارے اعضاء چیر کر الگ الگ کیے اور ان کے حوالے کر دیئے۔“ (۴)

خارجی دنیا تو پہلے ہی انجم کے لئے انجان تھی، فسادات سے بچ کا خواب گاہ لوٹنے کے بعد اس کے لیے خواب گاہ کی دنیا بھی ناقابل برداشت ہو گی۔ انجم اپنا سامان سمٹ کر قبرستان میں پناہ لیتی ہے، قبروں کے درمیاں، زندگی سے دور امن و سلامتی کی آرزو لیے عدم کی آغوش میں

> ”ویرانی نے اس کی حفاظت کی۔ سماجی ضابطوں سے آزاد ہو کر ویرانی اور تنہائی بالآخر اپنے تمام تر جلال کے ساتھ اس کے اطراف میں بلند ہو گئی۔ فصیلوں، برجیوں، خفیہ تہہ خانوں والا ایسا قلعہ بن گئی جس کی دیواریں قریب آتے بلوائیوں کی آوازوں کی مانند بازگشت کرتی تھیں۔“ (۵)

انجم کی بیدار روح کو فنا گوارا نہیں اس لیے وہ عدم سے زندگی کو وجود میں لاتی ہے (اگرچہ سماج اور فطرت کا فیصلہ واضح ہے کہ انجم میں زندگی کو جنم دینے کی صلاحیت نہیں ہے)۔ قبرستان کی دنیا جو خارجی اور خواب گاہ دونوں سے یکسر مختلف ہے ایک Parallel Universe جس میں کسی قسم کے بھید بھاو نہیں ہیں۔ جہاں دلت، خواجہ سرا، سماج کے باغی، ناجائز اور لاوارث بچے، خارش زدہ کتے، اپاہج اور لاغر جانور الغرض ہر ذی روح کے لیے

ٹھکانہ ہے۔ انجم نے قبرستان کو گیسٹ ہاؤس میں ڈھال دیا جہاں بلوائیوں، قصائیوں اور جبر و استحصال کرنے والوں کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔

ہندوستان کی تاریخ انقلابِ زمانہ سے معمور ہے لیکن تمام تر انقلابات کے باوجود ہندوستان کی دلت برادری کا مقدر جوں کا توں رہا صدیوں کا جبر ہنوز جاری اور ساری ہے، زمانوں پہلے سماج کے بڑوں نے جو فیصلہ کیا وہ آج بھی قائم ہے۔ صدام حسین / دیا چند کا المیہ صدیوں کا جبر نہیں بلکہ ان چند لمحوں کی درندگی ہے جو اس جبر کا نتیجہ ہے۔ ہندوستان میں ذات پات کے نظام (جو کہ صدیوں پہلے وجود میں آیا تھا) کے تحت معاشرے کے غلیظ کام دلتوں کے ذمے ہیں اس لیے دیا چند کا والد اور اس کے ساتھی مردہ جانوروں کو ٹھکانے لگاتے ہیں اور ان کی چمڑی فروخت کرتے ہیں، اس کام کے لیے انہیں علاقے کے تھانے دار کو اپنی کمائی سے کچھ حصہ دینا پڑتا ہے۔ سہر اوت (تھانیدار) دگنی رقم مانگ کرتا ہے اور انکار کی صورت میں گاؤ ہتیا کے الزام میں انہیں جیل میں ڈال دیتا ہے اور افواہ عام ہو جاتی ہے کہ تھانے میں گاؤ ہتیا کے مجرم بند ہیں۔ اس افواہ کے نتیجے میں مذہبی جنونی تھانے پر دھاوا بول دیتے ہیں اور دیا چند کے والد اور ساتھیوں کو جان سے مار دیتے ہیں۔ سہر اوت سے انتقام دیا چند کی زندگی کا واحد مقصد بن جاتا ہے۔

> "میری ایک ہی تمنا تھی، اس حرامی سہر اوت کو قتل کر دوں۔ کس دن کر دوں گا۔۔۔۔۔
> میں نے پہلی بار صدام حسین کی پھانسی کی ویڈیو دیکھی۔۔۔۔۔ میں نے طے کر لیا کہ مسلمان ہو جاؤں گا اور یہی نام رکھوں۔ مجھے لگتا تھا کہ اس سے مجھے وہ کرنے کی ہمت ملے گی جو مجھے کرنا ہے اور اس طرح نتیجہ بھگتنے کی بھی ہمت ملے گی۔" (۶)

محض صدام حسین کی بے خوفی اور نتائج بھگتنے کی ہمت نہ تھی جو دیا چند کے لئے آدرش بن گئی بلکہ اس وقت صدام حسین اور دیا چند دونوں ایک ہی برادری کے فرد بن چکے تھے، ایک ہندوستان کا دوسرا عالمی برادری کا اچھوت تھا۔ ایک فیصلہ قدیم برہمنوں نے مذہب کو ڈھال بنا کر مسلط کیا تھا اور ایک فیصلہ جدید برہمنوں نے جمہوریت، امن اور سلامتی کے نام پر مسلط کیا۔ دونوں فیصلوں نے سماج کا چہرہ مسخ کر دیا۔ دیا چند، انجم سے ملنے کے بعد انتقام کا ارادہ ترک کر دیتا ہے۔ اسے آگہی مل جاتی ہے کہ صدام حسین کی برداری اچھوت ہے جبکہ وہ خود برہمن تھا جسے دوسرے برہمن طاقت کا توازن بگاڑنے کے جرم میں پھانسی پر چڑھا دیتے ہیں، وہ انجم کے ساتھ جنت گیسٹ ہاؤس کی دنیا تعمیر کرتا ہے جہاں عدم سے زندگی کا وجود ہوتا ہے۔

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber 2021)

امریک سنگھ اور موسی یسوی کا مقدر ایک ساتھ جڑا ہے، امریک سنگھ ہندوستانی فوج کا اعلی افسر ہے جس کی تعیناتی کشمیر میں ہے۔ موسی یسوی کشمیر کا باسی ہے۔ تعلیم یافتہ، ذہین اور مصوری کا دلدادہ، موسی یسوی کی تصاویر زندگی کے رنگوں سے مزین تھیں لیکن موسی مُو قلم چھوڑ کر بندوق اٹھالیتا ہے کیونکہ کشمیر اور دنیا بھر کے مقبوضہ علاقوں کے نوجوانوں کے مقدر میں بندوق دی گئی ہے۔ امریک سنگھ جیسے کردار جو مقبوضہ علاقوں میں حکومتی جبر کا تسلسل کو قائم رکھنے اور اپنی ذاتی مفادات کی خاطر ہر حد پار کر جاتے ہیں۔

"ہم گولا بارود آرمی سے لیتے ہیں۔ بیس روپے کی گولی نو سو روپے۔۔۔۔" آرمی سے؟"
ہاں۔ وہ نہیں چاہتے کہ عسکریت پسندی کا خاتمہ ہو۔ وہ کشمیر چھوڑ کر جانا نہیں چاہتے یہاں جو حالات ہیں ان سے وہ بہت خوش ہیں۔ ہر طرف کے لوگ نوجوان کشمیریوں کی لاشوں پر پیسے بنا رہے ہیں اس لیے بہت سے بم دھماکے اور قتل عام کی وارداتیں وہ خود کرتے ہیں۔"(۷)

عدم تحفظ انسان کے اندر بے چینی کو جنم دیتا ہے، بے یقینی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے فوج ہجوم پر گولیاں چلاتی ہے جس میں موسی یسوی کی بیوی اور بیٹی بھی گولیوں کا نشانہ بن جاتے ہیں۔ موسی مجاہدین میں شامل ہو جاتا ہے جہاں اس کے کئی نام اور چہرے ہیں، موسی کا وجود اور شناخت بیوی اور بیٹی کے ساتھ دفن ہو جاتے ہیں۔" دوغلا پن ہمارا واحد ہتھیار ہے۔ تم نہیں جانتے کہ جب ہمارے دل ٹوٹے ہوئے ہوتے ہیں تب بھی ہم کس قدر آب و تاب سے مسکراتے ہیں۔" (۸) امریک سنگھ اپنے مشن میں کامیاب رہتا ہے کیونکہ تسلسل کو بنائے رکھنا ان کی مجبوری ہے بصورت دیگر ان کا اپنا وجود مٹ جائے گا۔ امریک سنگھ اوپر والوں کے لیے درد سر بننے لگتا ہے تو اسے راستے سے ہٹانے کا فیصلہ صادر ہوتا ہے لیکن امریک سنگھ اپنے بیوی بچوں کے ساتھ امریکہ بھاگ کر پناہ لیتا ہے اور شناخت تبدیل کر لیتا ہے لیکن شناخت تبدیل کرنے سے ماضی کی پرچھائیاں اس کا پیچھا نہیں چھوڑتیں۔ وہ بھول جاتا ہے ماضی میں اس نے کتنے وجودوں کو پرچھائیوں میں بدلنے پر مجبور کیا تھا اور بے شکل پرچھائیاں دوسری پرچھائیاں بے شناخت پرچھائیوں کو تلاش کر ہی لیتی ہیں۔ عدم تحفظ کا خوف امریک سنگھ کو خودکشی کرنے پر مجبور کر دیتا ہے جبکہ موسی کے مقدر میں بے شناخت ہجرتیں لکھی ہیں، جہاں قدم قدم پر موت استقبال کرے گی۔

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber 2021)

بے پناہ شادمانی کی مملکت حقیقت اور افسانے کا بھرپور امتزاج ہے۔ اس میں ان تمام طبقات کی ترجمانی کی گئی ہے جو تیسری دنیا میں ذلت بھری زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اس ناول کی اشاعت کے پیچھے اندرونی محرکات کے علاوہ خارجی واقعات کا بھی بہت بڑا ہاتھ ہے۔ بالخصوص ایٹمی تجربات کے بعد ہندوتوا کے بھرپور حامی اور گجرات کے قصائی نریندر مودی کی انتخابی جیت اور وزیر اعظم بننے سے رائے کو نفسیاتی دھچکا لگا۔ رائے کے نزدیک اس فاشسٹ جماعت کا حکومت میں آنا ہندوستان کی دیگر نسلوں اور کشمیر کے لیے پیام اجل ہے۔ اس طرح یہ ناول ہندوستان کے فاشسٹوں اور پوری دنیا کی فہرست حکومت کے خلاف بھرپور اور توانا آواز ہے۔ جہاں یہ ناول خطرے کی نشاندہی کرتا ہے وہیں ذلتوں کے مارے لوگوں کے لئے امید کا پیغام بھی ہے ۔

> "Arundhati Roy does not believe in rushing things. With her novels, she prefers to wait for her characters to introduce themselves to her, and slowly develop a trust a trust and friendship with them. Sometimes, however, external events force her hand. One of these was the election of the divisive Hindu Nationalist Narendra Modi as Indian Prime minister in May 2014. At the time, Roy had been working for about seven years on her second novel… But Modi's victory force her to "really put down the tent pegs" on what would eventually become The Ministry of Utmost Happiness." [۹]

امریک سنگھ اور سہراوت جیسے کرداروں کا ظلم اور جبر محض مقبوضہ علاقوں اور سماج کے پست طبقوں تک محدود نہیں ہے، عدم تحفظ کے خوف کی آڑ میں یہ محافظ آج ہر سماج اور طبقے پر حاوی ہو چکے ہیں " فوج اور پولیس حکومت کے ستون ہوتے ہیں۔۔۔ پولیس کی قوت اور فوج کی طاقت اسی تناسب سے ہوتی ہے جس تناسب سے پوری قوم جمود کا شکار ہوتی ہے "[۱۰]۔ تحفظ، بقا اور سلامتی کے علمبردار جبر اور طاقت کا پہیہ گھماتے رہتے ہیں اس پہیے تلے سماج کا عام آدمی ازل سے پس رہا ہے۔

نوآبادیاتی عہد میں لوٹے گئے خام مال اور منڈی کی برکتوں کی بدولت آج مہذب اور ترقی یافتہ ممالک کی ظاہری اخلاقیات بدل چکی ہیں، نوآبادیاتی نظام کا خاتمہ ہو چکا ہے اور اس دوران کیے گئے ظلم و ستم پر معافیاں بھی مانگی جارہی ہیں اور ماضی کی محکوم اقوام کے قومی و تمدنی تشخص کو اجاگر کیا جارہا ہے لیکن دوسری طرف ہنوز منڈی کی اجارہ

داری اور طاقت کے نظام کو قائم رکھنے کے لیے دہشت گردی، نج کاری اور ورلڈ بینک جیسے عفریتوں کی مدد سے تیسری دنیا اور سماج کے محنت کشوں کا خون چوسا جا رہا ہے" دہشت گردی کے کلچر کا بنیادی نقطہ یہی تھا کہ تمام اہم حقائق کو دھندلا دیا جائے اور ایسا ہی کیا گیا"(۱۱) جنگ اور دہشت گردی جدید عہد کے دو اہم اور منافع بخش کاروبار ہیں۔ دنیا بھر کے مقبوضہ علاقہ جات اور ان میں چلنے والی تحریکیں دراصل عدم تحفظ کا خوف پیدا کرنے اور اسلحے کی کھپت کا بہترین ذریعہ ہیں تمام تر نصابی اخلاقیات کے باوجود مقبوضہ یا جنگ زدہ علاقوں میں امن اور زندگی کا دور دور تک نشان نہیں ہے کیونکہ امن اور زندگی مقتدرہ کے مفادات کے لیے سم قاتل کا درجہ رکھتے ہیں "ریاست ہائے متحدہ خود کو ان تمام شرائط سے مستثنیٰ گردانتی ہے۔۔۔اب ریاست ہائے متحدہ کا غلبہ اتنا زبردست ہے کہ اسے بہانہ طرازیوں کی بھی ضرورت نہیں رہی"۔ (۱۲) ریاست ہائے متحدہ محض ایک ملک کا نام نہیں رہا ہے بلکہ طاقت اور غلبے کی علامت بن چکا ہے جو عالمی دہشت گردی کا سب سے بڑا علمبردار ہے اور اس کی دیکھا دیکھی اس کے مقامی گماشتوں نے بھی جنگ اور دہشت گردی کا ایک ایسا خونی کھیل رچا لیا ہے جس کی لپیٹ میں سماج کے انجم، موسیٰ، دیا چند اور نجانے کتنے کرداروں کے خواب، حسرتیں اور خوشیوں کا ہر روز خون بہایا جاتا ہے۔

میں نے اس کا زخم دیکھا ہے
میں اس کے زخم کی سرحدوں میں پھرا ہوں
مجھے اپنے بچوں کا ڈر ہے
مجھے پنگھوڑوں سے لپٹی ہر ماں کا ڈر ہے
اے، دور جا مرنے والوں کے ساتھیو!
مت پوچھو، کہ وہ کب لوٹے گا
مت پوچھو بار بار یہی ایک سوال
پوچھنا ہے تو پوچھو: کب جاگیں گے ہم؟ (۱۳)

حوالہ جات

۱۔ ارُندھتی رائے، بے پناہ شادمانی کی مملکت، مترجم، ارجمند آرا، (آج: کراچی، ۲۰۱۸ء)، ص:۲۳
۲۔ ارُندھتی رائے، بے پناہ شادمانی کی مملکت، ص:۶۱
۳۔ ایضاً، ص:۳۲

۴۔ ایضاً، ص:۷۰

۵۔ ایضاً، ص:۷۱

۶۔ ایضاً، ص:۹۸

۷۔ ایضاً، ص:۲۴۳

۸۔ ایضاً، ص:۲۳۴

۹: http:// www.theguardian.com/books/2018/jan/17/arundhati-roy-interview-you-ask-the-questions-the -point-of-the-writer-is-to-be-unpopular

۱۰۔ فرانز فینن "افتادگانِ خاک"(لاہور، فکشن ہاوس،۲۰۱۷ء)ص ۱۵۲

۱۱۔ ناوم چومسکی"ریاستی دہشت گردی"مترجم:عامر اعجاز بٹ(لاہور، جمہوری پبلی کیشن،۲۰۱۸ء)ص ۴۸

۱۲۔ ناوم چومسکی"دہشت گردی کی ثقافت منتخب مضامین اور انٹرویوز"مترجم:سید کاشف رضا (کراچی، شہرزاد)ص ۲۰۸

۱۳۔ محمود درویش، جغرافیے کے معتوب"مترجم:انورسن رائے(کراچی، شہرزاد،۲۰۱۶ء)، ص ۹۶